اصغر عبداللہ

عراق......صدام حسین کی موت کے بعد

کچھ خوف تھا چہرے پہ نہ تشویش ذرا تھی
ہر ایک ادا مظہرِ تسلیم و رضا تھی

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہم وطن عراق کے سابق مردِ آہن صدام حسین نے جس دھج کے ساتھ تختۂ دار پر موت کو خوش آمدید کہا ہے' اس نے ایک بار تو امریکی استعمار کے خلاف عالمی ماحول کو سوزِ یقیں سے گرما دیا ہے۔اس سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں صدام حسین کو بے پناہ قوت عمل سے نوازا تھا' وہاں ان کو غیر معمولی قوت برداشت بھی عطا کی تھی۔موت کو سامنے دیکھ کر بڑے بڑوں کا حوصلہ جواب دے جاتا ہے مگر صدام حسین نے فرشتۂ اجل کے مقابل میں صبر و رضا کا جو ثبوت دیا ہے' اس نے ان کے عاقبت نا اندیشانہ ماضی کو قصۂ ماضی بنا دیا ہے اور اب مستقبل میں انہیں امریکی استعمار کے خلاف شہید کے طور پر یاد کیا جاتا رہے گا اور کیا عجب صدام حسین کی موت عراق سے امریکی استعمار کی پسپائی کا پیش خیمہ بن جائے۔

امریکی مفادات کی یرغمال عراقی عدالت کے ہاتھوں صدام حسین کو سزائے موت کا فیصلہ سنائے جانے پر میں نے انہی کالموں میں یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر صدام مخالف شیعہ حکومت کے ہاتھوں' کرد جج کے قلم کی سیاہی سے لکھا جانے والا سزائے موت کا فیصلہ' صدام حسین پر نافذ ہو جاتا ہے تو اس سے یقیناً عراق میں شیعہ سنی خلیج مزید گہری ہو جائے گی جو مستقبل میں عراق کی جغرافیائی سلامتی کو معرض خطر میں ڈال سکتی ہے۔افسوس کہ نہ صرف یہ خدشہ درست ثابت ہوا بلکہ صدام حسین کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے امریکہ اور اس کی کٹھ پتلی عراقی حکومت نے جو وقت منتخب کیا' اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امریکہ باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عراق کے حصے بخرے کرنے کے درپے ہے۔

صدام حسین کی موت کے لیے عیدالاضحیٰ کا دن چنا گیا۔امریکہ کی شر انگیزی کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ صدام حسین جو سنی العقیدہ مسلمان تھے' ان کو جس روز پھانسی دی گئی، سنی العقیدہ تو ٹھیک اسی روز عراق میں عیدالاضحیٰ منا رہے تھے مگر شیعہ العقیدہ مسلمانوں کی عید اس سے اگلے روز تھی۔گویا ایک جانب عراق کی سنی مسلمان آبادی کو عین عیدالاضحیٰ کے روز شدید صدمے سے دوچار کر دیا گیا اور دوسری جانب عراق کی شیعہ مسلمان آبادی کو عید سے ایک دن پہلے صدام حسین کی موت سے اپنے تئیں خوش کر دیا گیا۔رہی سہی کسر صدام حسین کی موت پر سفارتی آداب کے منافی ،ایران کے ابتدائی خوش دلانہ ردّعمل اور عراق کی شیعہ حکومت کی آشیرباد سے شیعہ علاقوں میں صدام حسین کی موت پر Celebrations نے پوری کر دی۔اسی طرح صدام حسین کو پھانسی گھاٹ پر پرلاتے ہوئے' عراقی حکومت کے شیعہ اہل کاروں کی صدام حسین سے معاندانہ سلوک کی ویڈیو بھی نہایت ہوشیاری سے اوٹ کر دی گئی ہے۔خود صدام حسین سے جو آخری کلمات منسوب کیے گئے ہیں' اس لیے یہ کہنا چاہیے سیاسی مبصرین کو عراق ایران جنگ پر صدام حسین کے موقف کو نئے سرے سے سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے۔اس پس منظر میں یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ صدام

حسین کی موت اوراس کے آگے پیچھے ہونے والے حالات وواقعات نے عراق کی جغرافیائی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

صدام حسین کی زندگی کی کہانی کسی ٹریجڈی فلم سے کم نہیں ہے۔ ایک المیے سے شروع، دوسرے المیے پر ختم۔ صدام حسین ۲۸ر اپریل ۱۹۳۷ء کو بغداد کے شمال میں واقع تکریت کے گاؤں ''اجا'' میں پیدا ہوئے۔ یہی وہ قصبہ ہے جہاں صلیبی جنگوں کے لافانی کردار سلطان صلاح الدین ایوبی نے آنکھ کھولی۔ صدام حسین، صلاح الدین ایوبی تو نہیں بن سکے لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کے دل میں یہ خواہش موجود رہی کہ ان کا موازنہ کسی نہ کسی طور صلاح الدین ایوبی سے ضرور کیا جانا چاہیے۔ شاید اسی جذبے کے تحت وہ اسرائیل کو ہمیشہ نفرت اور حقارت سے دیکھتے رہے۔ ۱۹۹۲ء میں جب صدام حسین نے امریکی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے، اسرائیل پر میزائل داغ دیا تو اس سے نہ صرف فلسطینیوں میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جوش وخروش کی لہر دوڑ گئی۔ عالم اسلام میں صدام حسین کی حمایت میں زبردست مظاہرے ہوئے۔ حتیٰ کہ کئی مسلمان ماؤں نے اپنے بچوں کے نام صدام حسین کے نام پر رکھے۔

کہا جاتا ہے کہ صدام حسین کی پرورش ناآسودہ گھریلو ماحول میں ہوئی اور یہی المیہ ان کی بعد کی زندگی کا المیہ بن گیا۔ ۱۹۵۷ء میں صدام حسین نے بعث سوشلسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۵۸ء میں صدام حسین کو ان کے بہنوئی کے قتل کے الزام میں جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ ۱۹۵۹ء میں وہ زخمی حالت میں ملک سے فرار ہونے پر مجبور ہوگئے۔ جہاں سے ۱۹۶۳ء میں ان کی واپسی، ان کی آئندہ کامیابیوں کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔ ۱۹۶۸ء میں بعث پارٹی نے فوج کے ساتھ مل کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ صدام حسین کے ذمے داخلی سلامتی کا محکمہ لگا دیا گیا۔ اس کے علاوہ صدر احمد حسن کے نائب کے اختیارات بھی انہیں سونپ دیئے گئے۔ مگر صدام حسین اس پر قانع رہنے والے کہاں تھے؟ موقع ملتے ہی صدام حسین نے صدر احمد حسن کو ہٹا دیا اور خود صدر (۱۶ر جولائی ۱۹۷۹ء) بن گئے۔ یہاں سے صدام حسین کے ہنگامہ خیز دور حکومت کا آغاز ہوتا ہے جو ۲۰ر مارچ ۲۰۰۳ء کو اس وقت انجام پذیر ہوا۔ جب امریکہ اور برطانیہ کی فوجوں نے بغداد کے شمال میں، عین اس بنکر پر حملہ کردیا جہاں مبینہ طور پر صدام حسین اور ان کے بیٹے مقیم تھے۔ (یاد رہے اس حملے کے بعد صدام حسین کو آزاد حالت میں نہیں دیکھا گیا۔)

یہ عجیب اتفاق ہے ادھر عراق میں صدام حسین برسراقتدار آئے، جنہیں امریکی (اور روسی) ایجنسیوں کا پروردہ سمجھا جاتا تھا، ادھر ایران میں امریکہ کے ''پولیس مین'' شاہ ایران، خمینی کی عوامی تحریک سے مات کھا گئے۔ خمینی کی امریکہ مخالف پالیسیوں سے بالکل واضح ہوگیا کہ خطے میں امریکی مفادات کی نگرانی کا جو کام پہلے شاہ ایران سے لیا جا رہا تھا، اب صدام حسین کی حکمرانی سے لیا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واشگاف ہوگئی جب ۲۲ر ستمبر ۱۹۸۰ء کو صدام حسین نے ایرانی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے امریکی آشیر باد سے ایران پر ایک طویل جنگ مسلط کر دی جو کم وبیش ۸ سال تک جاری رہی۔ کہا جاتا ہے ''ایران عراق جنگ'' میں سات آٹھ لاکھ کے لگ بھگ ایرانی اور عراقی مسلمان جاں بحق ہوئے۔ (ایران کے بارے میں صدام حسین کے آخری کلمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی سطح پر صدام حسین کے لیے ایک جذباتی مسئلہ بھی ضرور رہا ہے۔) یہ بات اہم ہے۔ ایران کے خلاف اس جنگ میں امریکہ نے ہر طرح سے عراق کی حوصلہ افزائی کی۔ اس لیے کہ اس جنگ کا سب سے زیادہ فائدہ خطے میں امریکی مفادات کو پہنچ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں امریکہ، ایران کے خلاف جنگی طور پر کھل کر سامنے نہیں آیا، کیونکہ اس عرصے میں امریکہ کو افغانستان میں سوویت یونین

کا سامنا تھا اور وہ اسے افغانستان سے نکال باہر کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ اس کے باوجود یہ بات سبھی کے علم میں تھی کہ امریکہ، ایران کے انقلاب کو منقلب کرنے کے لیے صدام حسین کی سرپرستی کر رہا ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس عرصے میں ایران کے خلاف صدام حسین کے موقف کو عالم عرب میں بھی بھرپور پذیرائی ملتی رہی ہے۔

اسی جنگ کے دوران جولائی ۱۹۸۲ء میں بغداد کے شمال میں ۶۰ کلومیٹر دور شیعہ سنی ملی جلی آبادی پر مشتمل ''دجیل'' گاؤں میں وہ واقعہ پیش آیا۔ جو ۲۴ سال بعد ۵ر نومبر ۲۰۰۶ء کو صدام حسین کو سزائے موت دیئے جانے کا موجب بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جولائی ۱۹۸۲ء کو صدام حسین جنھیں اس وقت ایران سے جنگ شروع کیے ہوئے ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا تھا' دجیل گاؤں کے باسیوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے دجیل کے دورے پر آئے۔ اس واقعے کی فلم رپورٹ میں جو حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے صدام حسین کو دجیل کے گلی کوچوں میں گھومتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مقامی بعث پارٹی کے دفتر کے سامنے صدام حسین ایک ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ منظر بدلتا ہے اور صدام حسین کا قافلہ گاؤں سے باہر جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فلم یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں آگے کھجوروں کے جھنڈ کے قریب پہنچتے ہی اچانک صدام حسین کے قافلے میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں' کچھ لوگ گھات لگائے بیٹھے تھے اور وہ صدام حسین کو ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔ حملہ تھا تو صدام حسین وہاں سے سیدھے بغداد واپس جانے کے بجائے واپس دجیل گاؤں آئے اور اعلان کیا کہ جن لوگوں نے ان کے قافلے پر حملہ کیا ہے اور ان کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے' ان کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ قیاس یہی تھا کہ ان کا اشارہ مقامی شیعہ رہنماؤں کی طرف ہے جنھیں ایران کی انقلابی حکومت کا حامی سمجھا جاتا تھا۔ یہاں یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ عراق میں شیعوں کی اکثریت ہے اور ان کی ہمدردیاں قدرتی طور پر ایران کے ساتھ ہوتی ہیں۔ صدام حسین نے بغداد پہنچتے ہی دجیل گاؤں میں صدارتی قافلے پر حملہ کرنے والوں کے خلاف آپریشن کا حکم دے دیا۔ صدام حسین کے خلاف حالیہ مقدمہ میں استغاثہ نے موقف اختیار کیا کہ اس مسلح آپریشن کے نتیجے میں ۱۴۸ بے گناہ افراد قتل کر دیئے گئے۔ جن کی ذمے داری بحیثیت صدر' صدام حسین پر عائد ہوتی ہے کیونکہ صدر صدام حسین ہی نے اس آپریشن کا حکم دیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے جب دجیل گاؤں میں یہ واقعہ پیش آیا اور بعد ازاں جب صدام حسین نے جوابی اقدام کیا تو ریکارڈ کے مطابق امریکہ نے اس پر کسی ناخوشگوار ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۸ء کو ایک اور واقعہ رونما ہوا جو ہمیشہ کے لیے صدام حسین کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا بن گیا اور اس نے عالمی برادری کو صدام حسین کے خلاف برانگیختہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو ان کے خلاف برافروختہ کر دیا۔ یہ کرد آبادی پر کیمیائی حملہ تھا جس میں ایک اندازے کے مطابق ۵۰۰۰ کرد جاں بحق ہو گئے تھے۔ یاد رہے کہ ایران عراق جنگ کے دوران میں مسلمان ملکوں کے درجنوں وفود نے جنگ کو روکنے کی کوشش کی جسے دونوں ملکوں نے ناکام بنا دیا۔

ایران عراق جنگ ختم ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد صدام حسین نے ۲ر اگست ۱۹۹۲ء کو کویت پر اچانک قبضہ کر لیا۔ یہ کہنا مناسب ہے کہ امریکہ کے نقطۂ نظر سے صدام حسین کا یہ اقدام نہایت دور رس اہمیت کا حامل تھا' اس لیے کہ اس اقدام ہی نے صحیح معنوں میں امریکہ کو خلیج میں فوجیں اتارنے کا موقع فراہم کیا۔ اس امر کے شواہد سامنے آ چکے ہیں کہ صدام حسین نے کویت پر قبضہ امریکہ کی ہلہ شیری سے کیا۔ بغداد میں امریکہ کی سفیر گلاسپائی نے کویت پر حملے سے پہلے باقاعدہ صدام حسین سے ملاقات کی اور انھیں یقین دلایا کہ اگر صدام حسین کویت کے ساتھ کسی فوجی تنازعے میں الجھتے ہیں تو امریکہ اس

معاملے میں بالکل غیر جانب دار رہے گا۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ امریکہ کی طرف سے گرین سگنل ملنے کے بعد ہی صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا اور (حیران کن طور پر) جب تک امریکہ کی اتحادی فوجوں نے سعودی عرب سمیت خلیج میں اپنی فوجیں اتار نہیں لیں، صدام حسین نے کویت سے نکلنے کا عندیہ نہیں دیا۔

ادھر عراق میں امریکہ کی سفیر گلاسپائی پراسرار طور پر کویت پر عراق کے حملے سے پہلے ہی امریکہ واپس پہنچ گئیں اور پھر واپس بغداد نہیں آئیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا مشن پورا ہو چکا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کویت پر قبضے کے بعد صدام حسین پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ وہ امریکہ کے چنگل میں پھنس چکے ہیں۔ ۱۷؍جنوری ۱۹۹۱ء کو اتحادی فوجوں نے کویت کو صدام حسین کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے کارروائی شروع کی اور ایک مہینے سے بھی کم مدت میں صدام حسین کو کویت سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ کویت پر صدام حسین کے حملے کی ''یادگار'' کے طور پر آج بھی خلیج میں اتحادی فوجیں موجود ہیں۔

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صدام حسین نے ۱۹۸۸ء میں سوویت یونین کی افغانستان سے پسپائی کے عالمی مضمرات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۹۱ء میں خلیج کی جنگ کے دوران صدام حسین کو امید تھی کہ سوویت یونین امریکہ کی مخالفت میں ان کی حمایت کرے گا اور وہ امریکہ کے جال میں سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ روس کا دم ختم ہو چکا تھا۔ بعد میں گورباچوف نے سوویت یونین کے زوال پر اپنی مہر لگا دی۔ سوویت یونین کے زوال نے عراق سمیت دنیا بھر میں سوشلسٹوں کی کمر توڑ دی۔ مشکل یہ تھی کہ صدام حسین سمیت جو حکمران کبھی سوشلسٹ ہونے کے دعوے دار تھے، ان کو اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ صدام حسین کو بھی اس یوٹوپیا سے نکلنے میں بہت دیر لگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ اور اس کی ایجنسیوں کے ساتھ صدام حسین کے تعلقات ''نظری'' سے زیادہ ''عملی'' تھے۔ صدام حسین نے ایران کے خلاف جنگ آزما ہونے کی جو قیمت امریکہ سے وصول کی، اس کی مدد سے صدام حسین نے عراق میں اپنے شخصی اقتدار کو مستحکم کیا۔ وہ یہ نہیں جان پائے کہ غیر ملکی آقاؤں کی مدد سے آمر کتنا ہی مستحکم کیوں نہ ہو جائے، ناگہانی کی صورت میں وہ ریت کی دیوار ثابت ہوتا ہے۔ صدام حسین کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس سے مختلف نہیں ہے۔

عالمی میڈیا کے ذریعے یہ اطلاعات چھن چھن کر آ رہی ہیں کہ امریکہ صدام حسین کے خلاف فوجی کارروائی کا فیصلہ ۱۱؍ستمبر کے حادثے سے پہلے کر چکا تھا۔ اس لیے کہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی مبینہ تیاری کی ''معائنہ کاری'' کا عمل جاری تھا اور اسی تناظر میں کچھ تجزیہ کاروں کا دعویٰ ہے کہ ۱۱؍ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گان پر مسلح حملے امریکہ نے خود کرائے تا کہ افغانستان اور عراق پر امریکی قبضے کو جواز مہیا ہو سکے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بھی یہ کہنا مناسب ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکہ کو صدام حسین کا شکار بہت آسان لگا۔ افغانستان میں طالبان حکومت کو تاراج کرنے کے بعد امریکہ نے پہلے سے طے شدہ حکمت عملی کے تحت، عراق کا رخ کر لیا۔ کہا گیا صدام حسین معائنہ کاری کے کام میں اسلحہ انسپکٹروں کے آڑے آ رہے ہیں۔ جب صدام حسین نے اس معاملے پر پسپائی اختیار کر لی تو حکم دیا گیا کہ جان کی سلامتی چاہتے ہیں تو ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر عراق چھوڑ دیں۔ مقصد یہ تھا جلد از جلد عراق کو زیر نگیں کر کے اس کے تیل کے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے۔ ۱۷؍مارچ ۲۰۰۳ء کو صدام حسین کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جنگ کر دیا گیا اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ ۲۰؍مارچ ۲۰۰۳ء کو بغداد کے شمال میں صدام حسین کے بنکر کو نشانہ بنا کے میزائل داغے گئے۔ عراق میں صدام حسین کے اقتدار کا یہ آخری دن

تھا۔ اپنے طویل دورِ حکومت نے اگر صدام حسین نے شخصی طور پر اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے بجائے اداروں کو مستحکم بنانے پر کچھ بھی کام کیا ہوتا تو عراق کے گلی کوچے ان کی حمایت میں نکل آتے اور امریکہ کے خلاف ان کے دست و بازو بن جاتے۔ ظاہر ہے صدام حسین نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ اس لیے امریکی حملے کے بعد صدام حسین نے اپنے آپ کو اسی طرح بے چارگی کے عالم میں پایا۔ جیسا کہ تیسری دنیا کے آمروں، ڈکٹیٹروں اور شخصی حکمرانوں کا مقدر ہے مگر اس سے بھی زیادہ یہ عراق کے عوام ہیں جو بے بسی کی کیفیت میں ہیں۔ ان کے لیے ہر راستہ مسدود ہے۔

۲۰ / مارچ ۲۰۰۳ء سے لے کر ۱۲ / دسمبر ۲۰۰۳ء تک صدام حسین روپوش رہے۔ ۱۳ / دسمبر ۲۰۰۳ء کو میڈیا کے ذریعے بتایا گیا کہ صدام حسین کو ان کے آبائی قصبے تکریت کے قریب ایک خفیہ مقام سے ''برآمد'' کرلیا گیا ہے۔ اس سارے واقعے پر ابھی تک پراسراریت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے صدام حسین کو اس سے پہلے ہی گرفتار کیا جاچکا تھا۔ البتہ ''روزنامچے'' میں اس کا ذکر نہیں تھا۔ یہ خانہ پری ۱۳ / دسمبر ۲۰۰۳ء کو کی گئی۔ ۳۰ / جون ۲۰۰۴ء کو صدام حسین کو باقاعدہ طور پر عراق کی نام نہاد حکومت کے سپرد کردیا گیا۔ یکم جولائی ۲۰۰۴ء کو صدام حسین کو پہلی بار کورٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔ ۱۹ / اکتوبر ۲۰۰۵ء کو صدام حسین کے دجیل کیس کا ٹرائل شروع ہوا۔ کارروائی کا آغاز ہی خوں ریز تھا۔ پہلے ۸ / نومبر ۲۰۰۵ء کو صدام حسین کے شریک ملزم کے وکیل بغداد میں قتل ہوئے۔ بعدازاں ۸ / نومبر ۲۰۰۵ء کو یکے بعد دیگرے صدام حسین کے شریک دیگر ملزمان کے وکلاء شہر کی شاہراہوں پر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ۲۳ / جنوری ۲۰۰۶ء کو جب ٹریبونل کے چیف جج رزقار محمد امین کو ملزم صدام حسین کے ساتھ نرمی دکھانے پر ہٹا کر کردجج رؤف راشد عبدالرحمٰن کو چیف جج تعینات کیا گیا تو صاف نظر آنے لگا تھا کہ صدام حسین کیخلاف ٹریبونل کا فیصلہ کیا ہوگا؟ یہ یقین کرلینے کے بعد کہ مقدمے کی کارروائی رسمی ہے اور ٹریبونل امریکہ کے ایما پر بہرصورت انہیں سزائے موت سنانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ صدام حسین نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے مقدمے میں کارروائی کے دوران حاضری کے ذریعے اپنا مافی الضمیر مؤثر طور پر عراق اور عرب عوام تک پہنچایا۔ کہا جاتا ہے کہ جب شیعہ عراقی وزیراعظم کے تعینات کردجج نے صدام حسین کو موت کی سزا کا فیصلہ سنایا تو صدام حسین نے اللہ اکبر، عراق زندہ باد، عراقی عوام زندہ باد کے نعرے لگائے۔ وہ قرآن تھامے ہوئے تھے اور یہی قرآن تھام کر صدام حسین نے موت کا پھندا چوم کر گلے میں ڈال لیا۔

صدام حسین اب اس دنیا میں نہیں رہے مگر جس جگرداری کے ساتھ صدام حسین نے موت کو گلے لگایا۔ اس سے امریکہ سمیت عالم اسلام دشمن طاقتوں کو واضح ہوگیا ہے کہ مسلمان چاہے کتنا ہی بے عمل یا کیسا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو جب وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کے ساتھ باطل کے مقابل کھڑا ہوتا ہے تو پھر موت کو سامنے دیکھ کر بھی اس کے قدم ڈگمگاتے نہیں۔ وہ سینہ تان کر آگے بڑھتا ہے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر الٹا اسے ڈرا دیتا ہے:

کرو کج جبیں پہ سر کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا
جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

(مطبوعہ: روزنامہ ''نوائے وقت''۔ سنڈے میگزین۔ ۷ / جنوری ۲۰۰۷ء)